حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات
کی روشنی میں وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ کی تشریح

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 جون 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ (التحریم:7)

پھر فرمایا:

یہ سورۃ تحریم کی ساتویں آیت ہے جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس کا جو ترجمہ تفسیر صغیر میں درج ہے وہ یہ ہے کہ:

”اے مومنو! اپنے اہل کو بھی اور اپنی جانوں کو بھی دوزخ سے بچاؤ جس کا ایندھن خاص لوگ (یعنی کافر) ہوں گے اور اسی طرح پتھر (جن سے بُت بنے) اس (دوزخ) پر ایسے ملائکہ مقرر ہیں جو کسی کی منت سماجت سننے والے نہیں بلکہ اپنے فرض کے ادا کرنے میں بڑے سخت ہیں اور اللہ نے ان کو جو حکم دیا ہے اس کی وہ نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ کہا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔“

(سورۃ التحریم، آیت نمبر:7 ترجمہ از تفسیر صغیر بیان فرمودہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ)

یہ ترجمہ جو تفسیر صغیر سے پیش کیا گیا ہے یہ تفسیری ترجمہ ہے۔ جہاں تک اس مضمون سے تعلق ہے جو آج میں نے آپ کے سامنے بیان کرنا ہے اس میں اس کے بعض پہلو، بعض ایسے الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں جو اس آیت میں وضاحت کے ساتھ درج ہیں۔ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ یہ ہے بنیادی نکتہ میرے آج کے خطاب کا۔ غِلَاظٌ شِدَادٌ کی بحث تو الگ ہے میں اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا کہ غِلَاظٌ شِدَادٌ کن معنوں میں ہیں۔ میں صرف یہ عرض کروں گا کہ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ یہ فرشتوں کی ایک صفت ہے اور آج کا میرا مضمون اسی صفت مَا يُؤْمَرُوْنَ سے تعلق رکھتا ہے۔

اسلام میں دو طرح کی اصطلاحیں رائج ہیں۔ ایک مامور کی اور ایک اولوالامر یا ذوالامر کی۔ مامور ہمیشہ فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہوئے وہی کچھ کرتا ہے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے، اُس سے ہٹ کر اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کر سکتا مگر بعض لوگ صرف مامور ہوتے ہیں اور بعض مامور بھی اور اولوالامر بھی یعنی مامور ہونے کے لحاظ سے جو کچھ کہا جائے وہی کر سکتے ہیں اس سے زائد یا کم نہیں کرتے اور اولوالامر ہونے کے لحاظ سے وہ حکم بھی دیتے ہیں اور حکم کا دائرہ مامور کے دائرے کے اندر ہوا کرتا ہے لیکن انہیں حکم دینے کا اختیار ہے ہر موقع پر وہ اپنی سوچ کے مطابق حکم دے سکتے ہیں۔ اسی طرح دنیا دار اولوالامر کا حال ہے ان کو بھی ایک دائرے میں محدود ہو کر اپنے حکم کو جاری کرنا چاہئے جو قوانین کا دائرہ ہے، جو ان لوگوں کی توقعات کا دائرہ ہے جنہوں نے ان کو ووٹ دئے اور اس نسبت سے وہ مامور ہوئے لیکن اپنی ماموریت کی حیثیت کو بھول جاتے ہیں اور اولوالامر بنتے ہیں اور ان لوگوں کو اپنی مرضی کے مطابق حکم دیتے ہیں۔ یہ دنیا داروں کا حال ہے مگر جہاں تک ان کے اولوالامر ہونے کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں اور جب تک وہ اولوالامر رہتے ہیں ان کی اطاعت کرنی ضروری سمجھی جاتی ہے۔

یہ ساری بحثیں نظام جماعت سے تعلق رکھنے والی بحثیں ہیں۔ آج میں اس نیت سے ان بحثوں کو چھیڑ رہا ہوں کہ بعض دفعہ ضرورت پڑتی ہے کہ سلسلہ کے کارکنوں کو ان کی حیثیت، ان کے دائرہ کار کے متعلق اچھی طرح وضاحت سے سمجھایا جائے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ بعض لوگ مثلاً معتمد جن کا فریضہ ایک جماعت میں معتمد کا ہے وہ لوگ بعض دفعہ ذوالامر بھی بننے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ

ذوالامر امیر ہے اور معتمد ذوالامر نہیں ہے۔ امیر مامور بھی ہے یعنی ایک لحاظ سے معتمد بھی ہے لیکن امر دینے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ اسی طرح سلسلہ کے تمام عہدے جو کسی بھی تنظیم سے تعلق رکھتے ہوں جماعتی تنظیم سے یا ذیلی تنظیموں سے ان سب میں یہ دو سلسلے ساتھ ساتھ جاری ہیں۔ ہر چھوٹے سے چھوٹے دائرے میں مثلاً خدام الاحمدیہ کا چھوٹا دائرہ ہے اس کے اندر جو بہت چھوٹے دائرے مقامی جماعتوں سے یا خدام کی مجالس سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے بھی ایک معتمد ہوا کرتا ہے اور ایک زعیم بھی ہوتا ہے۔ معتمد کو اپنی طرف سے کوئی حکم جاری کرنے کا کسی دائرے میں بھی اختیار نہیں۔ وہ صرف کان ہوتا ہے جو اپنے ذوالامر کی طرف لگے رہتے ہیں، جو کچھ اس کو کہا جائے بعینہٖ وہی کام کرتا ہے۔ اگر وہ اپنی طرف سے کوئی حکم جاری کرے گا تو وہ معتمد ہی نہیں رہے گا۔ وہ فرشتوں کے قریب ترین ہے تو اپنی اس حیثیت سے کیوں خوش نہیں ہوتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ خدا کے فرشتے بھی تو مامور ہوا کرتے ہیں ذوالامر نہیں ہوا کرتے۔

سارے قرآن میں کہیں بھی فرشتوں کو ذوالامر نہیں فرمایا گیا، مامور ہیں اور اپنے دائرہ کار میں بعینہٖ وہی فرائض سرانجام دیتے ہیں جن کا حکم دیا گیا ہے۔ ان احکامات میں سے جب وہ کوئی حکم لوگوں تک پہنچاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ کے اذن سے ہم یہ حکم پہنچا رہے ہیں اور اس میں کوئی استثناء نہیں۔ ہمیشہ فرشتے جو بات پہنچاتے ہیں وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس وضاحت کے ساتھ پہنچاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات پر مامور فرمایا ہے کہ ہم آپ تک یہ پیغام پہنچا دیں۔ بعینہٖ یہی کام معتمد کا ہے۔ جب بھی وہ کسی مجلس کو یا کسی فرد واحد کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم نے یہ کام کرنا ہے اگر وہ یہ حوالہ نہیں دیتا کہ میرے افسر بالا کی طرف سے میں اس بات پر مامور ہوں کہ تم تک یہ حکم پہنچاؤں تو اس کے حکم کی کوڑی کی بھی حیثیت نہیں۔ جماعتیں یا مجالس اس کو کلیۃً نظر انداز کر سکتی ہیں کیونکہ وہ معتمد تو ہے لیکن ذوالامر نہیں۔ اگر کسی ذوالامر کا پیغام اس نے پہنچانا ہے تو اس کو لازم ہے کہ وضاحت کرے کہ یہ حکم میرا نہیں، میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ جس کے تابع ہوں اس نے یہ حکم مجھے آپ تک پہنچانے کے لئے مامور کیا ہے۔ اگر اس نظام کو جو ساری کائنات کا نظام ہے اور اسی طرح پر جاری وساری ہے، جماعت احمدیہ اچھی طرح ذہن نشین کر لے تو کسی معتمد کے لئے اس میں سُبکی کا بھی کوئی سوال نہیں کہ میری سُبکی ہوگئی، میں تو حکم دے ہی نہیں سکتا۔ سارے فرشتوں کی سُبکی ہوگی تو اس کی سُبکی ہوگی۔

جتنے خدا کے فرشتے ہیں وہ معتمد ہی ہیں۔ پس اپنی ذات میں مگن ہو اور شکر کرو اور خدا کا جس حد تک احسان کا تصور باندھو اتنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں اس قابل سمجھا، تمہیں ایک ایسا مقام عطا فرمایا جس میں کامل یقین ہے کہ تم اس مقام سے سرِ مُو بھی فرق نہیں کرتے۔ اتنا بڑا اعزاز اور اس کو انسان سمجھے کہ میری سُبکی ہوگئی ہے یہ تو بہت ہی بے وقوفی ہوگی۔ ایسا شخص جو اس کو سُبکی سمجھتا ہے وہ اس لائق ہی نہیں ہے کہ اسے معتمد بنایا جائے۔

اب میں قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ان اقتباسات سے معاملہ بالکل کھل جاتا ہے اور وہی مضمون حیرت انگیز طور پر ساری کائنات میں جاری ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب میں نے اس آیت کے اس پہلو سے متعلق راہنمائی چاہی، یعنی ان معنوں میں کہ آپ کی متعلقہ تحریرات کا مطالعہ کیا، مجھے یقین تھا کہ انتہائی تفصیل کے ساتھ اور باریکی کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہوگی، میں دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ تمام نظام جسم کو بھی آپ زیر بحث لائے ہیں، دنیاوی طاقتوں اور سیاسی طاقتوں کے جو اولوالامر ہیں ان کو بھی زیر بحث لائے ہیں، دینی ذوالامر کو بھی زیر بحث لائے ہیں، فرشتوں کو بھی اور انسانوں کو بھی اور ان کے متوازی کردار تمام زیر بحث لا کر ایک پہلو بھی اس مضمون کا آپ نے باقی نہیں چھوڑا۔ تحریریں تو دو تین چنی ہیں میں نے، اور بھی بہت سی تھیں جن کے متعلق زیادہ تفصیل سے مجھے بات کرنی پڑنی تھی کیونکہ سننے والے سمجھتے ہیں کہ یہاں تکرار ہے حالانکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں تکرار نہیں، اصرار ہوا کرتا ہے اور ہر مضمون کو جب ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ بیان فرماتے ہیں تو کوئی نہ کوئی ضرور نیا پہلو ہوتا ہے جس پر غور کر کے سمجھ آتی ہے اور اسے سمجھانے کے لئے بھی وقت چاہئے۔ پس آج کا خطبہ میں نے چھوٹا کرنے کی کوشش کی ہے ہوسکتا ہے زیادہ ہی چھوٹا ہو گیا ہو مگر کوشش یہی ہے کہ تھوڑے وقت میں زیادہ باتیں آپ کو سمجھا لوں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے سمجھاؤں۔

الحکم جلد 5 اور نمبر 30، 17 اگست 1901ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تحریر شائع ہوئی ہے۔

''دس ہزار صحابہؓ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ لکھا ہے اور حقیقت میں ان کی شان ملائکہ ہی کی سی تھی۔ انسانی قویٰ بھی ایک طرح پر ملائکہ ہی کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ جیسے ملائکہ کی یہ شان ہے کہ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ (وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔) اسی طرح پر انسانی قویٰ کا خاصہ ہے کہ جو حکم ان کو دیا جائے اُس کی تعمیل کرتے ہیں۔ ایسا ہی تمام قویٰ اور جوارح حکم انسانی کے نیچے ہیں۔''

(الحکم جلد 5، نمبر 30 صفحہ:2 مؤرخہ 17 اگست 1901)

اب یہ تحریر بہت ہی لطیف مضمون کو بیان کر رہی ہے۔ دس ہزار صحابہؓ کا ملائکہ ہونا ان معنوں میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کی پوری طرح تعمیل کرتے تھے اس سے مضمون شروع کر کے تو جسمانی قویٰ کی بات شروع کر دی۔ یہ وہ بحث ہے جس کو بہت بڑے بڑے سائنس دانوں نے جن کا دماغ اور جسم کے باہمی رابطہ سے تعلق ہے جو اس مضمون پر غور کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا ہے اور آج ہی میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا اس میں یہی مضمون تھا، یعنی کوشش تھی اس شخص کی کہ اس کو سمجھ سکے اگرچہ سمجھ نہیں سکا، کیونکہ یہ مضمون ایسا ہے جو قرآن کریم جاننے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔ بہر حال ماحصل ساری تحقیق کا یہ ہے کہ دماغ کے اندر کوئی آمر، حکم دینے والا موجود ہے اور تمام نظام جسمانی سو فیصد اس حکم کی تعمیل پر مجبور ہے۔ بیماری اس کو کہتے ہیں کہ حکم ہو اور عمل نہ ہو جہاں یہ واقعہ ہوا وہاں بیماری شروع ہوگئی۔ سارا نظامِ جسمانی بے کار ہو کر رہ جاتا ہے اگر وہ آمر جو دماغ میں خدا نے بٹھایا ہوا ہے اس کے ماتحت اس کی باتوں پر عمل نہ کریں اور اس کی باتوں کا سارے نظام جسمانی تک پہنچانے کا نظام اتنا باریک ہے اور اتنا تفصیلی ہے کہ اگر کہا جائے کہ ارب ہا ارب واسطے بیچ میں موجود ہیں اور ان میں سے ہر واسطہ کی تفصیل موجود ہے تو یہ مبالغہ نہیں ہے، یہ کم ہوگا۔ جتنا بھی مطالعہ آپ کر کے دیکھ لیں، میں نے بہت مطالعہ کر کے تفصیل سے اس مضمون کو سمجھنے کی کوشش کی ہے یعنی سائنس دان کی زبان سے، بالآخر اسی نتیجے پر پہنچا کہ سائنسدان تفصیل تو بیان کر دیتے ہیں مگر وجوہات کہ کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ کیوں ایک باربط نظام ہے جو کائنات کے نظام کی طرح باربط ہے؟ کیوں ایسا ہوا ہے؟ یہ بیان نہیں کر سکتے۔ یہ جانتے ہیں کہ اگر دماغ کے اندر جو اولوالامر بیٹھا ہوا ہے وہ سارا جسم جو مامور ہے اس کو فرشتوں کی طرح اس کی تعمیل کرنی چاہئے اگر وہ تعمیل سے کسی ایک جگہ بھی، ایک معمولی سے حصّہ میں

بھی محروم رہ جائے گا تو سارا نظام تباہ ہو سکتا ہے۔اب بعض لوگ ایسے فالج کا شکار ہو جاتے ہیں کہ صرف دماغ کام کر رہا ہے اور سارا دھڑ کُلّیۃً مفلوج ہے تو کیا چیز ہے وہ۔صرف اس رابطہ کی کمی ہے جو خدا تعالیٰ نے قائم فرمایا لیکن ما مور کو آمر حکم دے رہا ہے اور اس کو آواز ہی نہیں پہنچ رہی یا اس کی پرواہ نہیں کر رہا جس کے نتیجے میں کُلّیۃً تمام نظام مفلوج ہو کے رہ جاتا ہے۔ایک چھوٹے سے رابطہ کی کہیں کمی واقع ہوئی ہے۔یہی حال جماعت کا ہے۔اگر معتمد جس کو حکم دیا جاتا ہے آگے اس حکم کو جماعت کو نہ پہنچائے تو ساری جماعت مفلوج ہو جائے گی اور یہ خرابیاں میں نے بہت جگہ دیکھی ہیں۔ کئی دفعہ سمجھانا پڑتا ہے کہ آپ سے جو کچھ کہا گیا ہے، امراء ہوں یا جو بھی ہوں وہ میرے لحاظ سے تو معتمد ہیں، ان کو میں بارہا سمجھاتا ہوں کہ خدا کے واسطے جو کچھ کہا گیا ہے اس کو ضرور ان تک پہنچائیں جن کی خاطر کہا گیا ہے لیکن غفلت ہو جاتی ہے اور تفصیل سے ان سب تک یہ بات نہیں پہنچائی جاتی جن تک یہ بات پہنچائی جانی ضروری ہے اور نتیجتاً ایک فالج کا سا منظر دکھائی دیتا ہے جو نظام جسم یا نظام جسمانی کی مجھ سے مشابہت رکھتا ہے۔

پس دیکھیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر کتنی باریک اور کتنی لطیف ہے۔ اگر اس کی تفاصیل میں مَیں، جاؤں تو ایک گھنٹہ کا خطبہ بھی بہت چھوٹا ہو جائے گا، کئی گھنٹوں کے خطبے بھی چھوٹے ہوں گے۔جس حد تک میں نے اس مضمون کو سائنسی نقطہ نگاہ سے سمجھا ہے مجھے لمبا عرصہ درکار ہے کہ میں اس کی تمام تفاصیل جس حد تک مجھے علم ہے، ہر تفصیل کا تو مجھے علم ہی نہیں ہے، جو تھوڑا سا مجھے علم ہے اس کو اگر باریکی سے سمجھانے کی کوشش کروں اور خاص طور پر یہ ذہن میں رہے کہ بہت سے ہمارے سننے والے اَن پڑھ بھی ہیں بہت محدود علم رکھنے والے بھی ہیں تو اتنی زیادہ مجھے محنت بھی درکار ہوگی ان کو سمجھانے کے لئے، اتنا زیادہ وقت بھی چاہئے ہوگا۔تو یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ میں نے کوشش کی تھی کہ وقت تھوڑا الوں میں تھوڑے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صرف چند تحریرات پڑھ کر سناؤں کیونکہ ہر تحریر کا مضمون کھولا جائے تو بہت لمبا وقت درکار ہے۔

بہر حال اب دیکھیں اس عبارت کی شان۔ ’’دس ہزار صحابہؓ کو پہلی کتابوں میں ملائکہ لکھا ہے۔‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے زمانہ میں جو دس ہزار قدوسی آپ کو عطا کئے گئے تھے ان کو پرانی کتابوں میں قدوسی بھی لکھا ہے یعنی وہ خدا کی طرف سے پاک شدہ تھے اور ملائکہ بھی لکھا ہوا ہے۔یہی حالت

ملائکہ کی آپ میں مَیں دیکھنی چاہتا ہوں۔ اس کے سوا تو جماعت بن ہی نہیں سکتی اور اس کی تفصیل کو سمجھائے بغیر اتنی بات تو میں آپ کو سمجھا سکتا ہوں کہ نظام انسانی میں سے کچھ بھی اگر حصّہ مفلوج ہو جائے تو ساری عمر کے روگ لگ جاتے ہیں۔ اتنی بات تو ہر اَن پڑھ بھی سمجھ سکتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کو کیا ہوا ہے، کہاں کوئی کَل ٹیڑھی ہوئی ہے مگر یہ جانتا ہے کہ ایک ہی بیماری نے سارے جسم کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے، کہیں کا نہیں چھوڑا اس کو۔ تو اگر ایک بھی بیماری جماعت میں کہیں لگ جائے تو اندازہ کریں کہ پھر باقی جماعت کا کیا حال ہوگا۔ ہر بیماری سے پرہیز ضروری ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں یہ زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اتنے احکام ہیں ان میں سے ہر حکم پر عمل ضروری ہے کسی کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے، یہ مراد ہے اس سے۔ ہرگز یہ مراد نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک ساری جماعت اتنے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکی ہے کہ ہر حکم پر پوری طرح ایمان بھی رکھتی ہے اور عمل بھی کرتی ہے۔ مگر اگر عمل نہیں کرتی لیکن خدا کا خوف رکھتی ہے، اگر ڈرتی ہے کہ میرے عمل میں کمی کے نتیجے میں مجھے نقصان نہ پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے عمل کی کمزوری سے جماعت کو نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ وہی خوف ہے جس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ پس اس بیماری کا علاج بھی تقویٰ ہے۔ کمزوریاں تو بے شمار ہیں جن میں ہم مبتلا ہیں اس کے باوجود نظام جماعت کی حفاظت کی خاطر لازم ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں سے ڈرتا رہے اور اللہ کے حضور یہ عرض کرتا رہے کہ ان کمزوریوں کا بداثر جو دوسروں پر پڑ سکتا ہے اور قانون قدرت کے طور پر پڑنا چاہئے مجھے اس سے محفوظ رکھ اور میں دشمن کے لئے ابتلا کا موجب نہ بنوں۔ حضرت مسیحؑ نے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کی وجہ سے کوئی ٹھوکر کھا جائے تو بہتر تھا کہ وہ شخص پیدا ہی نہ ہوتا کیونکہ اس نے بڑا جرم کمایا ہے۔ پس کمزوری کے باوجود اعمال کی اس حد تک حفاظت کرنا کہ وہ دوسرے جسم کے حصّہ پر یعنی جماعت پر اثر انداز نہ ہوں یہ انتہائی ضروری ہے اور یہ جب ہی ہوگا جب آپ اولوالامر کے احکامات کو نظر انداز کریں گے اور تخفیف کی نظر سے دیکھیں گے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولوالامر کے متعلق دیگر تحریرات میں سے بعض حصے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، یعنی اس وقت مسلسل تحریر نہیں پیش کر سکتا کیونکہ مضمون بہت لمبا ہو جائے گا مگر بعض حصّے میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

''اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے۔''

یہ فرق بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ روحانی طور پر امام الزمان اولوالامر ہے لیکن مادی لحاظ سے اور جسمانی لحاظ سے بادشاہ بھی اولوالامر ہے۔

''اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔''

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ: 493)

تو یہ خیال کہ اولوالامر صرف روحانی نظام کا بادشاہ ہے یعنی ہمارے نقطہ نگاہ سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ اور جسمانی لحاظ سے اس کے سوا کوئی ہم پر اولوالامر نہیں ہے یہ خیال غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ ہی کے فہم قرآن کے نتیجے میں جس سے بہتر فہمِ قرآن ممکن ہی نہیں ہر بادشاہ، ہر سیاسی قوم کا راہنما جو حَکَم ہو جائے، جس کو وہ مقام حاصل ہو جائے کہ ساری قوم کو اس کی بات ماننا ضروری ہو وہ اولوالامر ہے اور اس کی اطاعت فرض ہے خواہ وہ دماغی لحاظ سے کیسا ہی ہو، خواہ وہ عقلی لحاظ سے ایک پاگل دکھائی دے، خواہ وہ روحانی لحاظ سے انتہائی ظالم اور حد سے گزرنے والا ہو۔ ان تمام امور کا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک کر کے تذکرہ فرمایا ہے تا کہ کسی کو بہانہ ہاتھ نہ آئے کہ ایسا اولوالامر ہو تو ہم کیسے اطاعت کریں گے۔ فرمایا ہر صورت میں اطاعت کرنی ہے۔ صرف ایک صورت ہے کہ اس کی اطاعت سے آپ باہر نکل جائیں کہ اگر روحانی بادشاہ کا حکم اس سے متضاد ہو اور بیک وقت روحانی بادشاہ کے احکام کے دائرے میں رہتے ہوئے اس پر عمل ممکن نہ ہو تو پھر حضرت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو آپ ﷺ کو سمجھا اُس کی رُو سے وقتی طور پر ایسی صورتوں میں اس اولوالامر کی طرف رجوع کرو جو روحانی اولوالامر ہے کیونکہ اصل وہی ہے اور دنیاوی اولوالامر کو چھوڑ دو۔

یہ مضمون میں نے پہلے بھی بارہا سمجھایا ہے اور اب پھر نظام جماعت کے حوالے سے دوبارہ ضرورت ہے یعنی دنیا میں احمدیوں کو جو حکومتوں کے سامنے مسائل پیش ہوتے ہیں وہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہر جماعت کے دائرے میں کوئی شخص بھی یہ سوال اٹھا سکتا ہے کہ یہ میرا اولوالامر تھوڑے دائرے میں ہے خلیفۂ وقت میرا اولوالامر زیادہ وسیع دائرے میں ہے اُس کے

حکم کو یہ شخص ٹال رہا ہے اس لئے میں اس کی بات نہیں مانتا۔ اگر یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو فساد کا ایک ایسا دروازہ کھل جائے گا جو کبھی بھی بند نہیں ہوسکتا۔ یہاں جا کر لوگوں کا دماغ کنفیوز ہو جاتا ہے۔ وہ باریک فرق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مضمون اگرچہ میں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں مگر پھر مجھے نظام جماعت کی خاطر اسے بیان کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص صاحب امر ہونے کی وجہ سے کسی کو کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دو تو وہاں اس کو ذرّہ بھی تردّد کی گنجائش نہیں۔ وہ کہے جاؤ اپنے گھر بیٹھو، تم اولوالامر ہو اس دائرے کے اندر جو قرآن کے دائرے کے اندر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کے دائرے کے اندر ہے اور اس دائرے میں فرائض میں فرائض کا ترک ناممکن ہے لیکن فرائض سے کم کے جو ترک ہیں وہ ممکن بھی ہوسکتے ہیں۔ یہ فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے سارا فساد برپا ہوتا ہے۔ فرائض کا ترک بالکل واضح ہے وہ محکمات میں سے ہے کوئی دنیا میں اختیار نہیں رکھتا کہ ان محکمات کو تبدیل کر سکے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے لئے تو کوئی وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ آپ ﷺ محکمات کو نظر انداز کریں گے مگر دنیا والے جو محکمات کو نظر انداز کرتے بھی ہوں وہ اس کا حکم نہیں دے سکتے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ بعض لوگ خود محکمات کو نظر انداز کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ گناہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک ان کا شخصی گناہ ہے لیکن اگر وہ دوسروں کو کہہ دیں کہ یہ چھوڑ دو تو یہ بہت بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے اُوپر حاکم بننے والی بات ہے۔ ایک حکم کی آپ تعمیل نہ کر سکیں اور عجز ہو اور شرم ہو اور حیا ہو یہ گناہ ایک انفرادی گناہ ہے لیکن اگر اس قدر جسارت کریں کہ دوسرے کو وہ حکم دیں جو حکم دینا آپ کے اختیار میں نہیں ہے تو یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اولوالامر کی بحث اٹھائی ہے اس کے بہت سے پہلو چھوڑتے ہوئے اب میں اس بحث کو لیتا ہوں جو جماعتی نظام سے گہرا تعلق رکھنے والی ہے۔

’’اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔‘‘

اب اولوالامر کے مقابل پر اطاعت کا مضمون ہے فرمایا اگر سچے دل سے اطاعت اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ اب یہ مضمون اطاعت کرنے والے کے

سوا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ ان شرائط کے ساتھ جو میں نے بیان کی ہیں اگر کوئی کسی اولوالامر کی اطاعت کرتا ہے خواہ وہ چھوٹا سا انسان ہی ہو اس کے دل میں ایک عظمت پیدا ہو جاتی ہے، ایک کشادگی پیدا ہوتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دنیا کے لحاظ سے میں بڑا ہوں لیکن اس کی اطاعت اس لئے کر رہا ہوں کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اس کی اطاعت اس لئے کر رہا ہوں کہ جس نے مجھ تک پیغام پہنچایا اس نے اللہ کا پیغام پہنچایا۔ اُس وقت اس کا جھکنا اس کی عظمت کی دلیل ہوگی اور اس کو محسوس ہوگا کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ابتلا میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اس وجہ سے وہ نور اور روح کو ایک لذت آتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے اُس کی بنیادی وجہ یہ ہے۔

”مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔“

لوگ مجاہدے کرتے ہیں بعض عمریں گنوا دیتے ہیں مجاہدوں میں، فرمایا مجاہدات کی اتنی ضرورت نہیں ہے اطاعت کی ضرورت ہے۔ اطاعت سے انقلاب عظیم برپا ہو سکتے ہیں۔ مجاہدات سے ایک شخص کو خیال ہو سکتا ہے کہ میں جسم کما رہا ہوں یا میری روح کو پرورش مل رہی ہے لیکن اس سے ساری دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ فرمایا:

> ”مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ (اطاعت کی ضرورت ہے مگر سچی اطاعت کا ہونا ایک مشکل امر ہے۔) اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ (دل کی تمناؤں کو اور دل کی خواہش کو ذبح کرنا پڑتا ہے جو ایک بہت مشکل امر ہے۔) بِدون اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بُت بن سکتی ہے۔“

اور بڑی بڑی توحید کے دعویٰ کرنے والوں کے سینوں کے اندر بُت رکھے ہوئے ہیں اور وہ بت کیا ہے؟ ہوائے نفس۔ دل کی خواہش کو اللہ کے احکام پر جان بوجھ کر ترجیح دینا یہ تو سراسر واضح شرک ہے اور اطاعت نہ کرنے پر شرم محسوس کرنا اور حیا محسوس کرنا اور استغفار میں مبتلا ہونا اور رونا اور گریہ وزاری اختیار کرنا یہ واضح شرک نہیں ہے۔ یہ نفسِ انسانی کی کمزوریاں ہیں جو اگر نظر انداز کر دی جائیں تو رفتہ رفتہ شرک میں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بات بڑے غور سے سنیں۔ فرماتے ہیں:

''ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بُت بن سکتی ہے۔(دیکھنے میں بڑے توحید پرست ہوں گے مگر ان کے دلوں میں بُت آباد ہیں۔) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔(فنا شدہ کا مطلب ہے دل سے ہوائے نفس کو مٹا دیا تھا۔) یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔''

اس لئے معتمد ہو یا معتمد کو حکم دینے والا ہو دونوں صورتوں میں فرمانبرداری دونوں پر لازم ہے۔ایک پر اس پہلو سے لازم ہے کہ جس بات پر وہ مامور ہے اسی کا حکم دے اس سے زائد نہ دے اور وقت پر جو فیصلہ کرنا ہو اپنی سوچ کے مطابق کرے مگر کوشش یہی ہو کہ جو عمومی ہدایتیں ہیں ان کے تابع رہنا ہے۔معتمد کو یہ اختیار نہیں کہ وقت پر کوئی حکم بھی دے سکے۔اُس نے صرف اسی کی اطاعت کرنی ہے جو اس کو کہہ دیا گیا اس کے دائرے میں محدود ہو چکا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، اس سے کم نہیں کر سکتا۔جیسا کہ فرشتوں کے متعلق اللہ فرماتا ہے نہ وہ زیادہ کر سکتے ہیں نہ وہ کم کر سکتے ہیں بعینہٖ وہی کرنا ہو گا جو ان کو کہا گیا ہے۔کمی اور زیادتی کے مواقع دوسرے اولوالامر کے لئے ضرور پیدا ہوتے رہتے ہیں کیونکہ صورتِ حال بدلنے کے نتیجے میں موقع پر ایک صاحب امر کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ موقع پر جو فیصلہ کرے گا اس کا وہ ذمہ دار ہو گا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات کی بہت احتیاط کرتے تھے اور کبھی موقع کا فیصلہ کرنا پڑے اور یاد نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ اس بارے میں کیا چاہتے ہیں اور کیا فرما چکے ہیں تو پھر اپنی فطرت کے اندر جو اطاعت نے ایک یگانگت گھول دی ہے اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔وہ یگانگت رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ تھی جو اطاعت کے نتیجے میں ان کی فطرت میں گھولی گئی تھی۔ جب اس کے حوالے سے فیصلہ کرتے تھے ضرور صحیح نکلتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر جب پیش کرتے تھے تو بعض صحابہؓ کہتے ہیں ساری عمر اتنی خوشی نہیں ہوتی تھی جتنی اس وقت ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں یہی میرا فیصلہ تھا، میں ہوتا تو یہی کرتا۔اندازہ کریں اس یگانگت سے کیسا سرور حاصل ہوتا ہوگا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:''ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔'' اطاعت سے نور اور

روشنی کا یہ مطلب ہے۔ پھر فرماتے ہیں: ”وہ فنا شدہ قوم تھی۔“ یعنی اپنے دل کی تمام نفسانی خواہشات کو مٹا بیٹھے تھے۔ فرماتے ہیں کوئی قوم بھی ہو اس میں یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے یعنی اس وقت تک وہ قوم نہیں کہلا سکتی۔ پھر اگلا فقرہ ہے:

”اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔“

اللہ جماعت کو ادبار اور تنزل کے نشانات سے کُلیۃً پاک رکھے لیکن یاد رکھیں جب آپس کے اختلاف رائے کے نتیجہ میں پھوٹ پیدا ہو جائے اور کچھ ٹولیاں کچھ کرنا چاہیں، کچھ ٹولیاں کچھ کرنا چاہیں تو یہ پھر تنزل کا آغاز ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ (التین:6) اس کی حد ہے۔ سب سے زیادہ ذلیل مخلوق خدا کے نزدیک جو بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ جو اطاعت سے محروم ہوتے ہیں وہ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ہو جاتے ہیں۔ گرتے گرتے آخری مقام تک جہاں تک انسان گر سکتا ہے گرتے چلے جاتے ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اطاعت کا دم تو بھرا لیکن اپنی آراء کو فوقیت دے کر اپنے اندر بتوں پر بُت بناتے چلے گئے یہاں تک کہ ان کا دل اس خانہ کعبہ کی طرح ہو گیا جو توحید کا علمبردار تھا لیکن بتوں سے بھرا پڑا تھا۔ ایسے ہی یہ موحد ہیں جن کے متعلق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بڑے سے بڑے موحد اور سینے بتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ پس ان باریک باتوں پر نظر رکھیں اور ہرگز کسی بت کو توفیق نہ دیں کہ وہ آپ کے دل میں جگہ بنالے اور نشانی یہ ہے کہ اگر پھوٹ ہے، جماعت میں افتراق ہے تو قطعی علامت ہے لازماً بت موجود ہیں۔ وہاں بت شکنی کی ضرورت ہے اور بعض بڑی بڑی اچھی جماعتوں میں بعض لوگ ایسے بتوں کی پوجا کرتے اور ان کے پیغامات کو جماعت میں پھیلا کر افتراق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابھی کل ہی مجھے ایک فیصلہ کرنا پڑا ایک جماعت کے متعلق جہاں بھری جماعت میں صرف چار ایسے افراد تھے جنہوں نے افتراق شروع کیا ہوا تھا اور سمجھتے تھے کہ ہم نیکی کی تعلیم دے رہے ہیں، ہم زیادہ بہتر سمجھتے ہیں لیکن جس طرح بھی وہ تعلیم دے رہے تھے جو بھی کر رہے تھے وہ جانتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں دل پھٹے ہیں، اس کے نتیجہ میں گروہ بندی ہوئی ہے اور یہ پہچان بت پرستی کی پہچان ہے۔ اگر گروہ بندی ہوئی ہے تو وہ لوگ لازماً ذمہ دار ہیں۔ بظاہر وہ توحید کی تعلیم دے رہے ہیں لیکن دراصل شرک پھیلا رہے ہیں۔

''ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔''

اور بھی وجوہات ہیں تنزل کی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت ساری وجوہات پیدا ہوئیں جس کے نتیجہ میں انہوں نے تنزل اختیار کیا مگر ایک وجہ جو بہت کڑی وجہ ہے وہ باہمی اختلاف تھے۔

''پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سرّ ہے۔اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہوسکتی جب تک اطاعت نہ کی جائے۔''

جماعت کے سر پر خدا کا ہاتھ تب ہوگا جب وہ جماعت ہوگی اور جماعت ہو نہیں سکتی جب تک ایک شخص کی اطاعت نہ کی جائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

''پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ بڑے بڑے اہل الرائے تھے۔''

اب دیکھیں ان کی رائے کی کتنی طاقت تھی اور اس کو کس طرح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔یہ تو نہیں تھا کہ جو عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کر بیٹھے تھے اس وجہ سے تھے کہ نعوذباللہ من ذٰلک بے وقوف تھے یا ان کی اپنی رائے کوئی نہیں تھی۔اس مضمون کو چھیڑتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''بڑے اہل الرائے تھے خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارِ گراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لگتا ہے کوئی رائے ہی نہیں اگر کوئی رائے دیتے بھی تھے تو بعض دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اس کے اوپر غالب آ کر یہ پھر ایک دم اپنی رائے کو مٹا دیا کرتے تھے مگر اطاعت کی روح تھی۔جب صائب الرائے بنے، جب خدا تعالیٰ نے حکومت

نصیب کی تو حضرت عمرؓ کے متعلق آج کے مفکرین بھی لکھتے ہیں کہ ایک بھی سیاسی غلطی نہیں کی آپ نے، ساری زندگی حکومت کی ہے۔ سیاسی پہلو سے اگر ہم دیکھیں، مذہبی نقطہ نگاہ کو چھوڑ دیں جو اختلاف کا نقطہ نگاہ ہے، تو بعض چوٹی کے مبصرین نے یہ لکھا ہے کہ عمرؓ ایک ایسا خلیفہ ہے جس کے متعلق ہم پوری چھان بین کرلیں تو یہ بات قطعی ہے کہ سیاست میں کبھی انہوں نے غلطی نہیں کی۔ ایسے عظیم سیاست دان تھے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھیں انہی خلفاء کے حوالے سے جو عام آدمیوں کی طرح چلتے پھرتے تھے فرما رہے ہیں یہ خیال مت کرو کہ وہ صائب الرائے نہیں تھے۔ تم بھی صائب الرائے بنتے پھرتے ہو جو بعض دفعہ نظام کے خلاف سر اٹھاتے ہو تمہیں کیا پتا کہ تم سے بڑے بڑے صائب الرائے تھے جو اولوالامر کے سامنے جھک گئے۔ جہاں خدا نے اجازت دی وہاں پھر صائب الرائے ہونا جو ان کی صلاحیت تھی یہ بہت چمکی ہے لیکن اس سے پہلے نہیں۔

’’رسول کریم ﷺ کے حضور (تو) ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا۔ اور جو کچھ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا۔‘‘

’’اطاعت میں گمشدگی۔‘‘ اب دیکھیں کتنا پیارا محاورہ ہے۔ اطاعت میں کُلّیۃً گم ہو چکے تھے اور اتنا گم ہو چکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر فعل سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ بھی اطاعت ہے۔ یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھولا ہے کہ جو بعض عجیب و غریب حرکتیں ہمیں اس وقت دکھائی دیتی ہیں اس کی وجہ اطاعت تھی۔ اتنے کامل مطیع ہو چکے تھے کہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی فعل، کوئی حرکت بھی ایسی نہیں کہ اگر اس کو اپنانے کی کوشش کی جائے تو وہ بے فائدہ ہوگا۔

’’ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کسی نے بھی ان مضامین کو نہیں باندھا ہوا تھا۔ بڑے بڑے مقررین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسا عشق تھا لیکن وہ کیا عشق تھا اس کی کنہہ کیا تھی یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک کو متبرّک سمجھتے تھے اور اگر ان میں یہ اطاعت، یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے۔ میرے نزدیک شیعہ،سنیوں کے جھگڑوں کو چکا دینے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے۔''

اب یہ دلیل کیسے بنی جب تک مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں سمجھیں گے نہیں آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک شیعہ سنیوں کے جھگڑوں کو چکا دینے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ صحابہ کرامؓ میں باہم پھوٹ ہاں باہم کسی قسم کی پھوٹ اور عداوت نہ تھی کیونکہ ان کی ترقیاں اور کامیابیاں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں۔''

وہ جو شیعہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی پھوٹ تھی یعنی حضرت علیؓ کے اختلافات تھے۔فرمایا اگر پھوٹ ہوتی تو یہ ترقیات ہو ہی نہیں سکتی تھیں۔جو عظیم ترقیات خصوصاً خلفائے راشدین کے زمانے میں نصیب ہوئی ہیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ان کا پھوٹ کا دعویٰ جھوٹا ہے۔پھوٹ ہو اور ترقیات! یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیسی پختہ اور عمدہ دلیل لائے ہیں کہ میرے نزدیک تو یہی ایک دلیل کافی ہے مگر ان کے لئے کافی ہے جو عقل رکھتے ہیں جو غور کرنے کی عادت رکھتے ہیں۔ عامۃ الناس کے لئے تو پکی سے پکی، بڑی سے بڑی دلیل بھی پیش کریں تو سمجھ کچھ نہیں آتی۔ عامۃ الناس کیا ان عامۃ الناس کے علماء تو ان سے بھی زیادہ ناسمجھ ہیں۔دلیل کی بات ماننا تو ان کے نفس کی انا کے خلاف ہے۔جنہوں نے بے شمار انانیت کے بت سینوں میں سجائے ہوئے ہوں یہ ہو کیسے سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کے منہ سے دلیل کی بات سن کر اپنا سر تسلیم خم کریں۔

''ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا مگر میں کہتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے۔اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہہ نکلی تھیں۔''

اب عام دلیل جو ہے وہ دلیل جو ہم سنتے آئے ہیں وہ نہیں دی جارہی،ایک بالکل الگ دلیل ہے۔ ''اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہہ نکلی تھیں'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی اطاعت سے جب دل کی نالیاں لبریز ہوگئیں اور بہہ نکلیں تو اس سیلاب کو دنیا میں روک ہی کوئی نہیں سکتا تھا یہ مفہوم ہے۔ یہ احمقانہ خیال ہے کہ پھر اس سیلاب کو کسی تلوار کی ضرورت ہے۔

’’یہ اس اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کرلیا۔‘‘

جب ایسی نالیاں بہہ نکلیں، ایسا Flood آجائے جس کے نتیجہ میں دل تسخیر ہورہے ہوں تو تلوار کی کیا ضرورت ہے، تلوار کا موقع کیا ہے۔

’’میرا تو یہ مذہب ہے۔ (یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمارہے ہیں:) میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو ان کو اٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی۔ ورنہ اگر وہ تلوار نہ بھی اٹھاتے تو یقیناً وہ زبان ہی سے دنیا کو فتح کر لیتے۔ سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل۔ (یعنی وہ کلام جو دل سے نکل رہا ہو وہ بلاشبہ دل میں جا کر بیٹھ جایا کرتا ہے، دل سے نکلی بات دل پر اثر کرتی ہے۔ فرماتے ہیں:) انہوں نے ایک صداقت اور حق کو قبول کیا تھا اور پھر سچے دل سے قبول کیا تھا۔ اس میں کوئی تکلف اور نمائش نہ تھی۔ ان کا صدق ہی ان کی کامیابیوں کا ذریعہ ٹھہرا۔ یہ سچی بات ہے کہ صادق اپنے صدق کی تلوار ہی سے کام لیتا ہے۔ (اس کو سچائی کی تلوار کے سوا کسی تلوار کی ضرورت نہیں ہے۔) آپ (پیغمبر خدا ﷺ) کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا۔‘‘

اب جس کو ہم نور سمجھ رہے ہیں وہ دکھائی تو نور کی طرح دیتا ہے لیکن ہے کیا چیز۔ وہ توکل علی اللہ کا نور ہے۔ جو شخص بات کرتے وقت جانتا ہو کہ خدا میرے ساتھ ہے اس کو جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو نور عطا ہوا تھا، حصہ رسدی توکل کا نور ملتا ہے۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کو جسمانی ظاہر کرنے والے لوگوں کو کیا پتا کہ نور چیز کیا ہوتی ہے۔ جسمانی نور تو دنیا میں بظاہر بڑے بڑے خوب صورت چہرے والوں کے چہروں پر دکھائی دینا چاہئے مگر اس نور میں کوئی حقیقت نہیں۔ ایک بہت بڑا فرق ہے جسمانی حسن کے نور میں اور اس نور میں جو اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ فرق دیکھنا ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دیکھیں۔ ’’آپ کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا۔‘‘ اب کوئی ادنیٰ سی عقل رکھنے والا انسان بھی اس عبارت

کو پڑھ کر ایسے شخص کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ بہت ہی جاہل اور کمینہ دشمن ہوگا، کوئی دہریہ خدا کے غضب کا مارا ہوا جس کو ان باتوں میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت دکھائی نہ دے۔ کون کہہ سکتا ہے یہ الفاظ، جس کا دل گہرائی کے ساتھ اس مضمون میں ڈوبا نہ ہوا ہو۔

”خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی۔ (یہ کیفیت، یعنی اطاعت کی بات ہو رہی ہے اس لئے اس کو نر کی بجائے مادہ لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔) جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی۔ اس میں ہی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتے تھے۔ اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور اس کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو ان کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا۔“

آج ہمیں جماعت میں اس کشش کی ضرورت ہے۔ آپ کے پیغام تو کتابوں کے ذریعہ بھی پہنچ جاتے ہیں لیکن جو پیغام آپ کا وجود پہنچائے اس سے بڑھ کر طاقتور کوئی پیغام نہیں ہو سکتا کیونکہ صحابہ کرامؓ کی طرح یہ کشش آپ کے اندر ہوگی کہ جو کوئی دیکھے گا وہ بے اختیار چلا آئے گا۔ **”ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی“** یعنی عام کرامتیں جو ہیں وہ بالکل معمولی باتیں ہیں فقیروں، پیروں کی تعلیاں ہوا کرتی ہیں مگر ان کرامتوں سے بھی بڑھ کر کرامت یہ ہے کہ جو کوئی اسے دیکھے وہ بے اختیار چلا آئے۔

”غرض صحابہؓ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیار کی تھی اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے اس لئے تم جو مسیح موعودؑ کی جماعت کہلا کر صحابہؓ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہؓ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو، باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں، ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہؓ کی تھی۔“

(الحکم جلد 5 نمبر 5 صفحہ: 1، 2 مؤرخہ 10 فروری 1901ء)

ایک دومنٹ میں اس عبارت کے ایک دو فقرے میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں جو آئینہ کمالات اسلام صفحہ 86 حاشیہ سے لی گئی ہے۔

”جو شخص معرفت کا کچھ حصّہ رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہر یک ذرّہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کے موافق کام کر رہا ہے اور ایک قطرہ پانی کا جو ہمارے اندر جاتا ہے وہ بھی بغیر اذنِ الٰہی کے کوئی تاثیر موافق یا مخالف ہمارے بدن پر ڈال نہیں سکتا۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ :86 حاشیہ)

یہ گہرے طبابت کے راز ہیں اور تمام دنیا کے علمِ شفا سے تعلق رکھنے والے لوگ خواہ وہ کسی نظام شفا سے تعلق رکھتے ہوں اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے۔ پانی کا ایک قطرہ بھی جب تک وہ نہیں جانتے کہ اذنِ الٰہی ہے مگر یہ جانتے ہیں کہ جب تک جسم کی وہ خاص کیفیت نہ ہو جو اسے جذب کر کے اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے ایک پانی کے ضرورت مند کو آپ ڈھیروں پانی بھی پلا دیں ایک قطرہ بھی اس کے کام نہیں آئے گا اب اذنِ الٰہی کو تو نہیں جانتے مگر یہ معمہ ضرور دیکھا ہوا ہے کہ بعض دفعہ جسم اس ایک قطرہ کو بھی قبول نہیں کرتا جو اس کے جسم میں سے گزر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں یہ اذن الٰہی کا نتیجہ ہے۔ ہم جب کہتے ہیں کہ ایک پتّہ بھی نہیں ہلتا اس کے اذن کے بغیر یا ایک قطرہ بھی اس کے اذن کے بغیر فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو واقعۃً اللہ کا کُلیۃً اختیار ہے۔ اس کے تابع ہو گے تو تم بھی وہ قطرے بنو گے جو تمام دنیا کے صحت مند نظام میں جذب ہو سکتے ہوں۔ اگر خدا تم میں جذب ہونے کی صلاحیت رکھے گا تو پھر تم جذب ہو سکو گے پھر دنیا کا کوئی جسم تمہارا دفاع کر ہی نہیں سکے گا۔ یہ وہ مرکزی نکتہ ہے جو اس عبارت سے میں نے لیا ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان سب باتوں کو سن کر ان کی باریکیوں کو سمجھے گی اور دنیا میں عظیم انقلاب کے قابل ہو جائے گی جس کو برپا کرنے کے لئے اللہ نے اس جماعت کی بناڈالی ہے۔